سرخ چیونٹی

پراسرار جانور سیریز

ہارر سیریز

محمد شعیب

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

سرخ چیونٹی

محمد شعیب

تیسری کہانی

''ذرا الماری سے وہ پیلے رنگ کی فائل نکال کر دینا۔۔'' وہ اپنی نگاہیں فائل پر جمائے اسے بغور پڑھ رہا تھا جبکہ عالیہ سامنے صوفے نما کرسی پر بیٹھی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ ایم اے توقیر کے کہنے پر وہ اٹھی اور الماری کی طرف بڑھی۔ اس کے منہ پر اکتاہٹ کے تاثر نمایاں تھے۔ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے وہاں بیٹھی تھی جبکہ ایم اے توقیر اپنی رولنگ چیئر پر بیٹھا فائل کو پڑھنے میں مصروف تھا۔

''یہ لیجیے سر۔۔'' اس نے فائل کو جھاڑتے ہوئے آگے بڑھایا تو اس کے ہاتھ پر ایک چیونٹی چڑھنے لگی جسے اس نے بے دردی کے ساتھ مار دیا۔ عین اسی وقت ایم اے توقیر نے اپنی نگاہیں اوپر اٹھائی تھیں۔

''یہ کیا کیا تم نے؟ چیونٹی کو مار ڈالا۔۔'' اس نے حیرت سے کہتے ہوئے وہ فائل عالیہ کے ہاتھوں سے لی

''اور کیا سر۔۔ اگر کاٹ لیتی تو۔۔۔ ایک بار پہلے بھی کاٹی تھی۔ اتنے دنوں تک درد ہوتا رہا۔۔'' اس نے منہ بگاڑ کر کہا تھا

''اچھا۔۔ تو شکر مناؤ کہ یہ عام سی چیونٹی تھی کوئی جن بھوت نہیں تھی ورنہ اس وقت تمہارا ایسا حال ہوا ہوتا۔۔'' توقیر نے فائل کو کھولا اور بے نیازی سے اس مری ہوئی چیونٹی کی طرف اشارہ کیا۔ جسے دیکھ کر عالیہ نے تھوک نگلا اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''کوئی جن بھوت۔۔۔ چیونٹی کی شکل بھی اختیار کر سکتا ہے؟'' وہ تجسس بھرے انداز میں پلٹی تھی

''ہاں جی۔۔۔ چلو پھر۔۔ آج میں تمہیں اس سرخ چیونٹی کا قصہ سناتا ہوں جس نے ہمدرد کالونی میں رہنے والوں کا جینا دوبھر کیا ہوا تھا۔۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اپنی سٹڈی ٹیبل پر دوبارہ آ بیٹھا جبکہ عالیہ نے اپنی فائل اور پین کو تھام لیا اور توقیر کی باتوں کو بغور سن کر قلم بند کرنے لگی۔

☆　☆　☆

ہمدرد کالونی شہر سے دو کلو میٹر کی مسافت پر ایک پوش علاقہ تھا۔ زیادہ تر وہاں بزنس کلاس طبقہ آباد تھا۔ تمام گھر تقریباً ایک ہی نقشے پر ڈیزائن کئے گئے تھے۔ گیٹ کے ساتھ ہی ایک بڑا سا گیراج اور بائیں جانب چھوٹا سا لان۔ اس کے ساتھ ہی ایک راہگزر

جہاں سے گھر کا اندرونی حصہ شروع ہو جاتا تھا۔ جس میں گراؤنڈ فلور پر ایک ٹی وی لاؤنج، تین بیڈ روم، اٹیچ باتھ، ایک کچن، ایک سٹور تھا جبکہ بالائی منزل بھی تقریباً اسی جیسے تھی۔ البتہ وہاں سٹور کے بدلے ایک عدد سٹڈی روم تھا۔

ہمدرد کالونی زیادہ پرانی نہیں تھی۔ دس پہلے ہی لوگ یہاں آکر آباد ہونا شروع ہوئے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ ایک خوبصورت اور جدید کالونی میں شمار ہونے لگی۔ شروع کے سال تو آرام سے نکل گئے لیکن کچھ عرصے سے یہاں کچھ ایسے واقعات پیش آنے لگے کہ یہاں کے رہنے وہ علاقہ سوچنے پر مجبور ہو گئے۔

''دیکھیے ہمدرد صاحب! اب ہم یہاں کیسے رہ سکتے ہیں؟ صرف ایک ہفتے میں تین فیملی ناگہانی طور پر مر چکی ہیں اور اب بھی آپ کہتے ہیں ہم یہاں رہیں؟ نہیں ہمدرد صاحب۔۔ ہم سے ایسا نہیں ہو گا۔۔ ہم سب اس سرخ چیونٹی سے تنگ آچکے ہیں۔ جانے کہاں سے آتی ہے؟ اور پھر لوگوں کو موت کی گھاٹ اتار کر نجانے کس بل میں جا گھستی ہے؟ کسی کو کچھ معلوم نہیں۔۔'' شیخ صاحب نے برہم ہوتے ہوئے کہا تھا جبکہ ہمدرد کالونی کے انچارج گردن جھکائے ان کی باتوں کو سن رہے تھے۔ اگرچہ وہ پہلے اس واقعہ کو ہلکا سمجھ کر ٹالتے رہے مگر آج تمام کالونی کے افراد نے اکٹھے ہو کر ان کے دفتر پر ہلا بولا تھا۔ اب وہ بے بس دکھائی دے رہے تھے۔

''شیخ صاحب بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں! ہم یہاں قطعاً نہیں رہ سکتے۔۔ آپ کو کیا؟ آپ تو دن چڑھے دفتر آتے ہیں اور پھر سورج ڈھلنے سے پہلے ہی اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔ رہنا تو ہمیں پڑتا ہے ناں اس سرخ چیونٹی کے ساتھ۔۔ چار دن پہلے مکان نمبر ۳۲ کے رہائشی اپنے گھر میں مردہ پائے گئے اور پھر اس کے بعد مکان نمبر ۳۳ میں رہنے والوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا۔ گذشتہ شب بھی میرے ساتھ والے مکان نمبر ۳۴ میں تمام افراد ناگہانی طور پر مر گئے اور اگلا مکان میرا ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں باقی سب کی طرح میں بھی موت کی گھاٹ اتر جاؤں؟ نہیں ہمدرد صاحب۔۔!! مجھے اور میری فیملی کو اتنی جلدی نہیں مرنا۔۔ ہم آج شب ہی آپ کی کالونی چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ہمیں کوئی شوق نہیں ہے اس بھوتیا کالونی میں رہنے کا۔ آپ رکھیے اپنی کالونی اپنے پاس۔۔ بقیہ جو پیسے ہیں ناں، وہ اب بھول جائیے اور مجھے میرے مکان کی قیمت ادا کر دیجیے گا۔۔'' افضل نے تیکھے لہجے میں ہمدرد صاحب کو خوب سنائی۔ اس کی پیشانی پر پسینے کی خوب بوندیں جمع ہو چکی تھیں۔ اس کے لب و لہجے سے خوف واضح تھا۔

''لیکن افضل صاحب۔۔۔ میری بات تو سنیں'' ہمدرد صاحب نے کچھ کہنا چاہا تھا

''مجھے کچھ نہیں سننا۔۔ میں جا رہا ہوں۔۔'' وہ گردن جھٹکتے ہوئے اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ گھر میں وہ، اس کی بیوی اکیلے رہتے تھے۔ ان کی پچھلے ماہ شادی ہوئی تھی اور کمپنی کی طرف سے انہیں یہ گھر پچاس فیصد ڈسکاؤنٹ پر دیا گیا تھا۔ پچاس فیصد قیمت کمپنی نے ادا کرنی تھی اور بقیہ پچاس فیصد اس نے خود۔ پہلے پہل تو اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی مگر جب یکے بعد دیگرے لوگ موت

کی گھاٹ اترنے لگے تو ایک وحشت نے اس کی نئی زندگی میں قدم جمانا شروع کر دیئے۔ وہ اپنی نئی ازدواجی زندگی میں اس وحشت کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

''چلو ساجدہ۔۔۔ ہم آج ہی یہ گھر چھوڑ رہے ہیں۔۔''اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا تھا۔ ساجدہ جو کہ پہلے ہی اس گھر کو چھوڑنا چاہتی تھی۔ فوراً اٹھ بیٹھی اور بیڈروم کی طرف بڑھی۔ وارڈروب کے ساتھ رکھے سوٹ کیس کو اٹھا کر بیڈ پر رکھا اور الماری کی طرف بڑھ کر اس کا دروازہ وا کیا۔ بس دروازہ وا کرنے کی دیر تھی ایک دلدوز چیخ فضا کر چیرتی ہوئی افضل کی سماعت سے ٹکرائی۔ وہ بھاگتا ہوا ٹی وی لاؤنج سے بیڈروم کی طرف بڑھا۔

''کیا ہوا ساجدہ؟''اس نے فکرمندی کے ساتھ اس کی طرف دیکھا تو جیسے وہ سانس لینا ہی بھول گیا۔ ساجدہ کی لاش خون میں لت پت بیڈ کے پہلو میں زمین پر پڑی تھی۔ سر تا پا چیر پھاڑ کے نشان تھے اور اس کی لعش پر ایک چوہے کی جسامت کی سرخ چیونٹی دندناتی ہوئی پھر رہی تھی۔ وہ تو دیوار کے ساتھ جا لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی بیوی کے جسم سے وہ بوٹیاں نکال کر کسی خونخوار درندے کی طرح کھا رہی تھی۔ اس نے لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ باہر جانا چاہا تو سرخ چیونٹی نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ خون سے زیادہ سرخ، آگ سے زیادہ دہکتی ہوئی آنکھیں۔۔۔ وہ زمین پر رینگتی ہوئی برق رفتاری کے ساتھ اس کی طرف بڑھنے لگی تو اس کا کلیجہ حلق کو آن پہنچا۔ جوں جوں وہ سرخ چیونٹی اس کی اور بڑھتی گئی۔ اس کی سانسیں تھمتی گئیں۔ اگلے ہی لمحے وہ چیونٹی اس پر کسی بلی کی طرح جھپٹی اور اس کی آنکھوں کو نکال ڈالا۔ ایک بار پھر دل دہلا دینے والی چیخ فضا میں گونجی اور دو مزید زندگیاں اس سرخ چیونٹی کا شکار بن گئیں۔

''چھوڑ دو۔۔ چھوڑ دو۔۔ ان چیونٹیوں کو تو چھوڑ دو۔۔۔ گھر کا سارا سامان تو تم نے بیچ کر یہ آڑ کباڑ خرید لیا۔ اب کم سے کم ان چیونٹیوں کے کھانے کا سامان تو چھوڑ دو۔۔''ڈاکٹر وجے کی پتنی نے تپتے ہوئے کہا تھا، وہ اپنے پتی کے بے جا تجربوں سے بہت پریشان تھی۔ گھر زیادہ بڑا تو نہ تھا مگر اس گھر میں فرنیچر سے زیادہ لیبارٹری کا سامان تھا۔ جہاں دیکھو، فلاسک، کیمیکلز، مائیکروسکوپ، سٹینڈز اور دیگر آلات ملتے۔

''تمہارا تو دماغ خراب ہے۔ جو میرے کام میں دیوار بنی رہتی ہو۔ دیکھ لینا ایک بار میرا تجربہ کامیاب ہو جائے پھر دیکھنا۔۔ ہر جگہ میرے کام کی ہی دھوم ہو گی۔۔''

☆ ☆ ☆

افضل اور اس کی بیوی کی موت نے ہمدرد کالونی کے رہائشیوں کے دلوں میں مزید وحشت کو جنم دے دیا۔ اب سب اس

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

کالونی کو چھوڑ کر جانا چاہتے تھے لیکن افسوس کوئی ایسا نہ کر سکا۔ جس کسی نے بھی اس کالونی کو چھوڑنے کا ارادہ کیا تو اگلے ہی لمحے وہ چیونٹی کی بھینٹ چڑھ گیا اور یوں ایک مردہ جسم اس کالونی سے باہر نکلتا۔
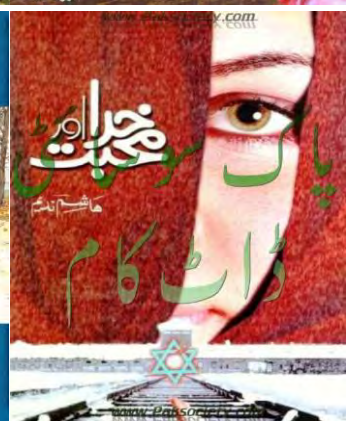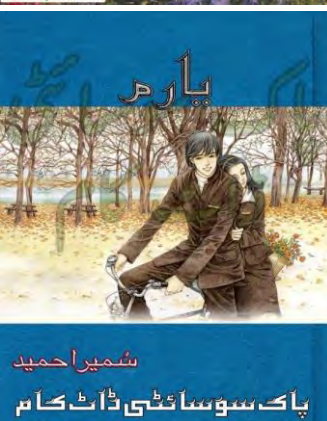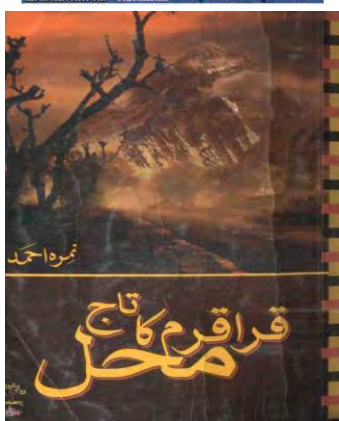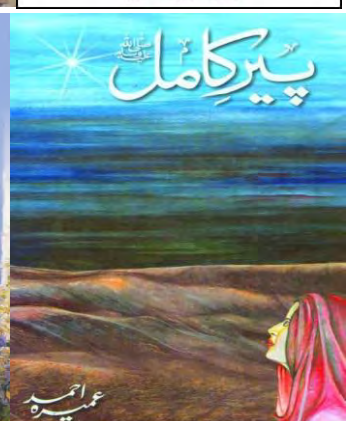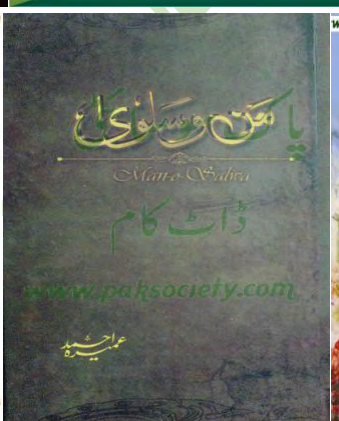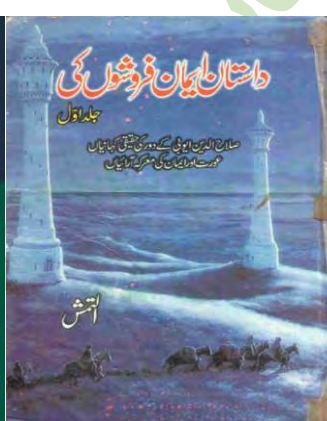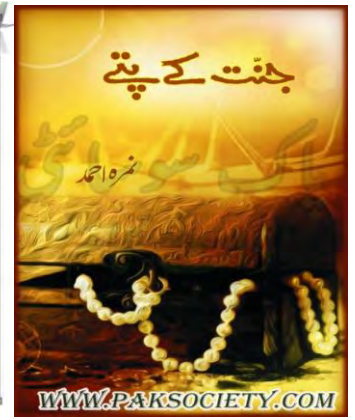
''تم لوگوں کو ایک وہم ہے۔ یہ کسی بھوت پریت کا کام نہیں ہے۔ کوئی جنگلی جانور اس کالونی میں گھس آیا ہے۔ ہمیں وائلڈ لائف سے رابطہ کرنا چاہیئے۔ وہ کچھ نہ کچھ حل ضرور نکالیں گے۔ بھلا جس طرح لوگوں کے جسم پر چیڑ پھاڑ کے نشانات ہوتے ہیں، ایک خونی درندے کے سوا کون کر سکتا ہے؟'' ہمدرد صاحب نے تمام مُردوں کی حالت دیکھ کر یہ اندازہ لگایا تھا۔

''آپ کو جو کرنا ہے کریں۔۔ بس ہمیں اُس سرخ چیونٹی سے نجات دلائیں۔۔'' کالونی والوں کے اسرار پر ہمدرد صاحب نے آج کی رات اپنے آفس میں گزارنے کا ارادہ کیا تھا۔ سورج کے غروب ہوتے ہی وہ اپنے کیبن سے نکلے اور ایک نظر باہر سڑک پر دوڑائی۔ تاحدِ نگاہ فقط الو بول رہے تھے۔ ہر شخص کے دل میں سرخ چیونٹی کی ڈھاک بیٹھ چکی تھی۔ عکس دیکھائی دینا تو در کنار کسی کے قدموں کی چاپ بھی اپنے اپنے گھروں سے سنائی نہیں دے رہی تھی۔

''توبہ ہے۔۔ کتنی ڈرپوک عوام ہے۔ کیسے اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھی ہوئی ہے۔۔'' گردن جھٹکتے ہوئے وہ واپس دفتر میں داخل ہوئے اور دروازے کو ادھ کھلا چھوڑ کر سٹڈی ٹیبل پر بیٹھ کر نئے پروجیکٹ کی فائل کا مطالعہ شروع کیا۔ تقریباً بیس منٹ بعد انہیں ایسا لگا کہ جیسے کوئی ان کے دفتر میں داخل ہوا ہے۔

''کون ہے؟'' انہوں نے چونک کر کہا تھا مگر کوئی جواب نہ آنے پر انہوں نے دروازے کی طرف نگاہ دوڑائی۔

''شاید کتے بلی کی آواز تھی۔۔'' انہوں نے گمان کیا اور اٹھ کر دروازے کو مقفل کیا۔ باہر گھٹاٹوپ اندھیرا تھا۔ اگر اس اندھیرے میں کسی کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجاتا تو انہیں یقین تھا کہ کوئی مدد کرنے والا نہ ہوتا۔ وہ ایک لمحے تک باہر دیکھتے ہرے پھر جیسے ہی پلٹے تو ایک جھٹکے سے اچھل پڑے۔ ان کے دل کی دھڑکن بے ترتیب سی ہوگئی۔ وہ پہلے ہی دل کے مریض تھے لہذا انہوں نے اپنے حواس کو جلد ہی بحال کرنے کی کوشش کی مگر نظریں تھیں کہ یہ سب کچھ حقیقت ماننے سے انکاری تھیں۔ ان کی سٹڈی ٹیبل پر بے تحاشہ چیونٹیاں رینگتی ہوئی دیکھائی دے رہی تھیں۔ دیکھنے میں ان کا رنگ تو عام چیونٹیوں کی طرح تھا مگر جسامت البتہ دوگنی تھی۔ وہ ایک لمحے تک یونہی دیکھتے رہے پھر حوصلہ کر کے آگے بڑھے تو دفتر کی لائٹیں خود بخود آن آف ہونے لگیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی سوئچ کے ساتھ کھیل رہا ہوں۔ ان پر ایک لمحے کے لئے وحشت چھا گئی۔

''کک کون ہے؟'' انہوں نے ہکلاتے ہوئے پوچھا تھا۔ اپنی نظر سوئچ کی طرف دوڑائی تو اسے آف پایا۔ لیکن لائٹیں مسلسل آن آف ہو رہی تھیں۔ ان کی سانسیں اب جواب دے چکی تھیں۔ پسینے کی بوندیں ٹپ ٹپ گرتی جا رہی تھیں۔ انہوں نے ساتھ پڑی ٹیبل سے ایک فائل اٹھائی اور سٹڈی ٹیبل پر رینگتی چیونٹیوں کو دے ماری۔ کئی چیونٹیاں اس فائل کے نیچے آکر شاید دم

توڑ گئیں۔ اگلے ہی لمحے ایک دھواں سا اس کیبن میں چھا گیا اور تمام چیونٹیاں غائب ہو گئیں۔ یہ دیکھ کر ان کے دم خشک ہو گئے مگر جب انہیں یقین ہو گیا کہ سب کچھ ٹھیک ہو چکا ہے تو ڈگمگاتے قدموں کے ساتھ آگے بڑھے اور کپکپاتے ہوئے ہاتھوں کو فائل کی طرف بڑھایا۔ ان کا دماغ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا کہ بھوت پریت جیسی کسی شے کا وجود ہے لیکن دل تھا کہ ایک ڈر کو اپنے اندر بسا چکا تھا۔ ان کے دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔ پسینے کی بوندیں، ہاتھوں کی کپکپاہٹ، ان کے خوف کی علامت تھی۔ بالآخر انہوں نے فائل اٹھائی۔ وہاں کچھ نہ تھا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے گہری سانس لی اور واپس اپنی رولنگ چیئر کی طرف بڑھے۔ پانی کا ایک گھونٹ پینے کے بعد انہوں نے دوبارہ اپنی توجہ اپنے نئے پروجیکٹ پر جمانا چاہی تھی کہ انہیں اپنے پاؤں پر کسی شے کے رینگنے کا احساس ہوا۔ انہوں نے کن انکھیوں سے فائل کو ہٹا کر دیکھا تو جیسے وہ سانس لینا ہی بھول گئے۔ وہاں ایک چوہے کی جسامت کی سرخ چیونٹی تھی جو دھیرے دھیرے پاؤں سے گھٹنے کا فاصلہ طے کر رہی تھی۔ آگ برساتی شعلہ جنوں آنکھیں، حدت سے بھرپور سانسیں، انہیں ایسا لگنے لگا جیسے اگر وہ چیونٹی انہیں کچھ نہ بھی کہے تب بھی وہ وحشت کے مارے ہی مر جائیں گے۔ ایک لمحے کے لئے انہوں نے اپنی سانسیں بھی روک لی تھیں۔ یک ٹک اسی چیونٹی کی طرف دیکھتے رہے جو اب ان کی رانوں پر آچکی تھی۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اسے پیچھے ہٹانا چاہا تھا لیکن انہیں اپنے ہاتھ مورت کی طرح بے جان دیکھائی دیئے۔ وہ انہیں چاہ کر بھی حرکت نہ دے سکے۔ پیشانی سے پسینے کی بوندیں ٹپ ٹپ گرنے لگی تھیں، سینے کے قریب آکر اس چیونٹی نے اپنا منہ کھولا تو بدبو کا ایک بھبھو کا نکلا اور ان کا سانس لینا بھی دشوار ہو گیا۔ اگلے ہی لمحے اس چیونٹی نے اپنے نوکیلے دانتوں سے ان کا چہرہ نوچ ڈالا اور وہ چیخ بھی نہ سکے تھے۔

☆ ☆ ☆

''وجے۔۔ وجے۔۔۔ کہاں ہو تم؟'' ڈاکٹر وجے کی پتنی انہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے لیبارٹری تک آئی تھی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ ڈاکٹر وجے ایک چیونٹی کو فلاسک میں بند کئے اس پر تیزاب کے قطرے ڈال رہے ہیں

''وجے۔۔ یہ کیا کر رہے ہو تم؟'' اُس نے کراخت لہجے میں کہا تھا۔ اپنی پتنی کی اچانک آواز سننے پر وہ بری طرح چونکا اور اس کے ہاتھ سے تیزاب کی بوتل نیچے گر گئی۔ کچھ قطرے، اس چیونٹی پر اور کچھ خود اس کے جسم پر گرے۔ اس کا ہاتھ ساتھ رکھے کیمیکلز سے ٹکرایا۔ وہ بھی اس کے جسم پر آگرے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ ہر طرف سیاہ بادل چھا گئے۔ وجے کی پتنی یہ دیکھ کر گھبرا گئی اور کھانستے ہوئے اپنے پتی کو پکارنے لگی مگر جب دھواں چھٹا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہاں اس کا پتی نہیں ہے۔ اس کو دوسرا جھٹکا تب لگا جب وجے کی جگہ پر ایک وشال چیونٹی تھی۔ آگ کی طرح دہکتا ہوا سرخ رنگ، جو اس کی طرف کچا چبا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سانسیں چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اگلے ہی لمحے وہ چیونٹی بھوکی شیرنی کی طرح اس کی جانب اچھلی اور اس کا سارا چہرہ نوچ ڈالا تھا۔

☆ ☆ ☆

بادلوں کی گرج میں ایک نیا جوڑا اس کالونی میں داخل ہوا تھا۔ لڑکے کا نام کامران جبکہ لڑکی کا نام شبانہ تھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں سوٹ کیس تھا۔ ٹیکسی کو رقم ادا کرنے کے بعد انہوں نے پلٹ کر کالونی کی طرف دیکھا تو تاحدِ نگاہ فقط سنسان سڑک کو پایا

''کتنی خاموش کالونی ہے ناں۔۔ مانا کے موسم خراب ہے لیکن سات بجتے ہی اتنی خاموشی۔۔۔ جیسے آدھی رات ہو چکی ہو۔'' کامران نے کہا تھا اور سوٹ کیس کو گھسیٹتے ہوئے اپنے مکان کی طرف بڑھنے لگا

''ویسے کامران جو اس کالونی کے بارے میں سنا ہے وہ کیا سب کچھ سچ ہے؟ مطلب کہ سرخ چیونٹی اور موت۔۔۔'' شبانہ نے ڈرتے ڈرتے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی تھی۔ جہاں موت کی سی خاموشی تھی۔ تیز ہوا کے جھونکوں میں بھی وہ پتوں کی سرسراہٹ میں ایک عجیب سا ڈر محسوس کر سکتی تھی۔ خشک پتے جھڑ کر ان کے پاؤں کے پاس آتے اور خاموشی سے ابدی نیند سو جاتے۔

''اف او۔۔ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں شبانہ۔۔۔ بھلا آج کے زمانے میں بھی کوئی ان باتوں کا یقین کرتا ہے؟'' شبانہ کی باتوں کو ہلکا جانتے ہوئے اس نے لاپرواہی سے گردن جھٹک دی۔

''لیکن پھر بھی کامران۔۔ ذرا ان گھروں کو تو دیکھو۔۔ کتنے خاموش ہیں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے یہاں کے باسیوں کا ڈر ان پر حاوی ہو چکا ہے۔ ان کے اندر کی وحشت نے ان سے رونق چھین لی ہے۔ جب کسی مکان میں رہنے والے باسی وحشت کا شکار ہو جائیں تو وہ مکان بھی ان کی روحوں کی طرح کھوکھلا ہو جاتا ہے۔'' شبانہ نے ایک گھر کی طرف نگاہ دوڑائی تو ایک سماعت شکن خاموشی سنی۔ ایسا لگا جیسے وہ خاموش گھر اپنی روداد سنا رہا تھا۔ مگر کامران نے اس کی باتوں کی پرواہ نہ کی۔ وہ اپنے گھر کے بالکل پاس پہنچے تو کامران نے اپنے ہاتھوں میں تھاما سوٹ کیس نیچے زمین پر رکھا اور جینز سے چابی نکال کر تالا کھولنا چاہا جبکہ شبانہ بغور ارد گرد کی اشیاء کا جائزہ لے رہی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی ان پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اس نے شعوری طور پر پلٹ کر دیکھا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ تاحدِ نگاہ چیونٹیاں ہی چیونٹیاں تھیں۔ دیکھنے میں عام مگر تعداد میں بے حساب۔۔

''کک کامران۔۔'' اس نے کپکپاتے ہوئے کامران کے شانوں کو چھوا تو وہ لاپرواہی کے ساتھ پلٹا تھا لیکن پلٹنے کی دیر تھی کہ اس کی نظریں بھی ساکت رہ گئیں۔ سیاہ رات میں سیاہی میں نہائی ہوئی چیونٹیاں صاف صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ سب انہی کو گھور رہی تھیں۔ کامران نے شبانہ کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ دونوں ایک سکتے کی سی حالت میں تھے۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے علاقے میں آنے کی۔۔۔'' ایک آواز سنائی دی مگر ماخذ آنکھوں سے اوجھل رہا۔ دونوں

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی
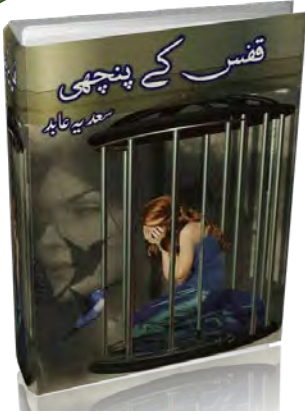
سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھیئے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟
اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شُمار ہوتی ہے۔

نے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی دیکھائی نہ دیا۔ بادلوں کی گرج اور تیز ہوا کے جھونکوں میں بھی وہ خوف کے پسینے میں نہا چکے تھے۔ انہوں نے گھر میں داخل ہونا چاہا تو ان کی بچی کچی سانسیں بھی جیسے اکھڑنے لگی تھیں۔ سارا گھر چیونٹیوں کی گرفت میں تھا۔ گھر کی دیوار کا کوئی حصہ بھی دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر طرف چیونٹیاں ہی چیونٹیاں تھیں۔ وہ دوبارہ پلٹے تو بری طرح اچھلے اور دیوار سے جا ٹکرائے۔ وہاں ایک چوہے کی جسامت کی مانند ایک سرخ چیونٹی تھی جو ان سب کی رہنمائی کر رہی تھی۔ ان سب کی سردار معلوم ہوتی تھی اور انہی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں شعلہ اگل رہی تھیں۔

''ہمیں چھوڑ دو۔۔'' شبانہ گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگی تھی مگر وہ سرخ چیونٹی مسلسل انہی کی طرف بڑھنے لگی۔ دونوں دیوار کے ساتھ چپک چکے تھے۔ قریب تھا کہ دیوار میں ہی دھنس جائیں۔ ہاتھوں میں جنبش بڑھ چکی تھی اور دل کی دھڑکن بھی آہستہ آہستہ جواب دینے لگی تھی۔ ہر چیونٹی انہی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جیسے ساری کالونی کو موت کی گھاٹ اتار چکی تھی اب انہیں بھی وہ ابدی نیند سلانے کے لئے بڑھ رہی تھیں۔ سرخ چیونٹی سب سے آگے تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ ان پر کسی درندے کی مثل جھپٹتی، ایک زوردار کِک نے اسے پیچھے دھکیل دیا تھا۔ شبانہ اور کامران نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں ایک نوجوان سیاہ لبادے ملبوس کھڑا تھا۔ سیاہ رات میں اس کا فقط لباس سیاہ تھا۔ ہاتھ اور چہرہ دودھیا رنگ کے صاف دیکھائی دے رہے تھے۔

''آپ دونوں یہاں سے چلے جائیں۔۔ میں ان چیونٹیوں سے نمٹتا ہوں۔۔'' اس نوجوان نے کہا تھا۔ کامران اور شبانہ نے ویسا ہی کیا جیسا انہیں کرنے کو کہا گیا تھا۔ وہ گھر میں جانے کی بجائے اس کالونی کے خارجی دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔

''تمہاری اتنی ہمت۔۔۔'' سرخ چیونٹی غرائی تھی۔

''ابھی تم نے میری ہمت دیکھی کہاں ہے؟'' یہ کہہ کر اس نے آگے بڑھ کر ایک اور کِک لگائی۔ اس بار وہ دور کسی درخت سے جا ٹکرائی تھی۔ اس عفریت کے برداشت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ تبھی باقی چیونٹیاں اس کی طرف بڑھنے لگیں۔ اس نوجوان نے چاروں اطراف نگاہ دوڑائی تو اپنے آپ کو اس عفریت کے جال میں پھنسا ہوا پایا۔ وہ ایک تھا اور یہاں عفریب کی پوری فوج مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور نہ ہی اس کے قدم ڈگمگائے تھے۔ تمام چیونٹیوں نے ایک ساتھ اس پر ہلا بولا اور اس پر شہد کی مکھیوں طرح حملہ کیا۔ وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی ضرب سے ان کو پیچھے دھکیلتا۔ کبھی گردن کے جھٹکے سے تو کبھی کسی اور طریقے سے مگر ہر بار چیونٹیاں ایک نئے طریقے سے حملہ آور ہوتیں۔ ایک چیونٹی نے اس کے دائیں گال پر اپنے نوکیلے دانت گاڑھ دیے۔ ایک سرخ بوند نمودار ہوئی تو اس سرخ چیونٹی کا من للچایا۔ وہ پیاسی شیرنی کی طرح اس کی طرف لپکی مگر اس نوجوان نے ایک زوردار کِک سے دوبارہ اسے پیچھے کو دھکیل دیا۔

''لڑکے۔۔۔'' اس بار وہ پہلے سے زیادہ مشتعل انداز میں اس کی طرف بڑھنے لگی۔ اس سرخ چیونٹی کو قریب آتا دیکھ کر

اس نوجوان نے اپنے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے سے رِنگ فنگر اور چھوٹی انگلی کو بند کیا اور بقیہ دو انگلیوں کو دل پر رکھ کر آنکھیں بند کر کر اپنی طاقت مجتمع کرنے لگا۔ جیسے ہی وہ چیونٹی اس کے چہرے کے بالکل قریب آئی تو اس نے آنکھیں کھول کر شہادت کی انگلی کا رخ اس سرخ چیونٹی کی طرف کیا۔ ایک تیز روشنی اس چیونٹی کے جسم کو چیرتے ہوئے نکل گئی اور وہ دور جا گری۔ اس روشنی کے زیر اثر وہ چیونٹی پہلے کسی انسانی عکس میں تبدیل ہوئی اور پھر دوبارہ چیونٹی میں تبدیل ہو کر آگ میں جھلسنے لگی۔

''کک کون ہو تم؟''اس نے تڑپتے ہوئے اس نوجوان کی طرف دیکھا جو پاس کھڑا اطمنانت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بقیہ چیونٹیاں بے جان ہو کر اس کے جسم سے نیچے گرنے لگی تھیں

''ظلمت کے اندھیروں میں

امن کا ایک سفیر

کہتے ہیں لوگ مجھ کو

ایم اے توقیر۔۔۔!!!''اگلے ہی لمحے سرخ چیونٹی کی جگہ راکھ کا ایک ڈھیر تھا۔ باقی کی چیونٹیاں بھی غائب ہو چکی تھیں۔ وہ تمکنت کے ساتھ آگے بڑھا اور اپنی پاکٹ سے ایک بوتل نکال کر اس راکھ کے ڈھیر کو اس میں بند کیا اور پھر کھڑے ہو کر ہلکا سا تھ مسکرایا۔

سیریز کی اگلی کہانی آدھا گدھا پڑھنا مت بھولیے گا

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔